سنت نبویؐ اور مسلمان

مولانا ذیشان حیدر زیدی عالم پوری
مدرسۂ امام خمینیؒ قم، ایران

انسان اپنی طبیعت کے مطابق ذاتاً کمال طلب ہے اسی لئے وہ جب سماج میں آتا ہے اور کسی شخصیت میں اپنے اعتبار سے کوئی اچھی صفت دیکھتا ہے تو فوراً اسے اپنانے کی کوشش کرنے لگتا ہے، آج جدھر دیکھئے ہر طرح کے آئیڈیل مل جائیں گے، کوئی اپنے اہداف کے مطابق کسی کرکٹ کھلاڑی کو اپنا آئیڈیل بنائے ہوئے تو کوئی کسی فلمی ہیرو یا کلاکار کو، کوئی کسی سیاسی شخصیت کو اپنا اسوہ قرار دے رہا ہے تو کوئی کسی مذہبی رہنما سے متأثر ہے غرض یہ کہ انسان اپنی شخصیت کو سنوارنے اور کمالات کے مدارج طے کرنے کے لئے کسی نہ کسی کو اپنا اسوہ قرار دیتا ہے اور اس کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرتا ہے اگر چہ ممکن ہے اس نے صحیح اسوہ کا ہی انتخاب نہ کیا ہو ممکن ہے تغافل یا اپنے اہداف سے لاعلمی کی بنیاد پر کسی غلط اسوہ کو اپنا لیا ہو لیکن اسوہ اور نمونۂ عمل بہرحال انتخاب کرتا ہے، اس لئے کہ کسی چیز کو اپنانے یا اپنی خوبیوں یا نقائص کو سمجھنے اور اپنا امتحان لینے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ کسی اعلیٰ صفت شخصیت کی جگہ پر اپنے کو رکھ کر یا اپنی صفات کو اس کی صفات سے ملا کر دیکھا جائے۔

اس لئے خداوند عالم نے جہاں شریعت بھیجی، حلال وحرام واضح کئے، احکامات معین فرمائے اور ہدایت کے مختلف اسباب فراہم کئے وہیں شریعت کے نفاذ اور احکامات کی تفسیر کے لئے بہترین کردار اور اعلیٰ ترین صفات سے مزین افراد کا انبیاء اور ائمہ کی شکل میں انتخاب کیا اور ان شخصیتوں کو تمام انسانوں کے لئے اسوہ ونمونۂ عمل قرار دیا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے: **لقد کان لکم فی رسولِ اللّٰہِ اُسوَۃٌ حَسَنَۃ۔** (سورۂ احزاب:۲۱)

دوسری جگہ پر جناب ابراہیمؑ کے لئے ارشاد ہوا: **قد کانت لکم اسوة حسنة فی ابراهیم والذین معه۔** (سورۂ ممتحنہ:۴)

امام حسینؑ خود اپنے بارے میں فرماتے ہیں: **فلکم فِیَّ اسوة۔**

لیکن ہر دور کے انسان کا خاصہ رہا ہے کہ جب اس نے کسی شخص کی بات نہ ماننا چاہی یا اس کو اپنے اغراض سے مختلف پایا تو یا اس کے تذکرہ کو دبا دیا یا پھر الزام تراشیوں اور بہتانوں کے حملوں سے شخصیت کی تخریب میں لگ گئے، جب ہم ماضی پر نگاہ ڈالتے ہیں تو وہاں بہت سی مثالیں مل جاتی ہیں جہاں انسانوں نے سیرت انبیاء کو نمونۂ عمل قرار دینے اور ان کی پیروی کرنے کے بجائے نہ صرف یہ کہ ان کا ساتھ چھوڑا بلکہ ان کی سیرت پاک کو تحریفات کے حوالے کر دیا اور ان کے دین کو اپنی مرضی کے دین میں ڈھال لیا اب جو چیزیں کل تک حلال تھیں آج ان کی ضرورت نہیں کل جو

چیزیں حرام تھیں آج ان کے انجام دینے میں کوئی قباحت نہیں، کبھی بندہ کو خدا بنا دیتے ہیں تو کبھی اپنے رہبر کو اپنے ہی خدا سے کشتی لڑوا دیتے ہیں مختصر یہ ہے کہ جس طرح سے چاہا اپنے دین کو برباد کیا اپنے رہبر کا استہزاء کیا خدا بھی قرآن میں حسرت وافسوس کا اظہار کرتا ہے: **یاحسرۃً علی العباد ما یاتیھم من رسول الّا کانوا بہ یستھزؤن۔** (سورہ یٰسین: ۳۰)

افسوس ان بندوں پر کہ کوئی نبی ان کی ہدایت کے لئے نہ آیا مگر یہ کہ انھوں نے اس کا استہزا کیا۔

آخر میں خدا نے بشر کی ہدایت اور اس کو سعادت سے سرفراز کرنے کے لئے قرآن جیسی محکم کتاب نازل کی اور اس کے ساتھ خلق عظیم کے حامل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجا تا کہ وہ قرآن کی تفسیر کریں لوگوں کو احکامات الٰہی سے روشناس کرائیں اور قول وعمل کے ذریعہ لوگوں کی ہدایت کریں، خدا نے ماضی میں ہلاک ہونے والوں کی طرف لوگوں کو متوجہ کر کے ہوشیار رہنے کو کہا: **الم یروا کم اھلکنا قبلھم من القرون۔** (یٰسین: ۳۱)

ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ امت مسلمہ ماضی کی تاریخ کے اوراق پلٹتی اور اس سے درس عبرت لیتے ہوئے قرآن وسنت کو اپنے کردار وگفتار میں محفوظ کر لیتی لیکن ہوا کچھ یوں کہ رسولؐ کی حیات سے ہی سنت رسولؐ سے روگردانی شروع ہوگئی اس کی واضح دلیل سقیفہ بنی ساعدہ میں قرآن وحدیث سے استنباط نہ کرنا اور اس کے بعد مسلمانوں کا لاتعداد فرقوں میں تقسیم ہو جانا ہے۔ اگر واقعاً امت مسلمہ سنت نبوی پر عمل پیرا ہوتی تو اتنے زیادہ انحرافات واختلافات مشاہدہ میں نہ آتے۔

آج کلامی بحثیں ہوں یا فقہی ابواب، تفسیری گفتگو ہو یا تاریخی باتیں ہر جگہ مختلف اور متناقص نظریات اور غلط تاویلات سے کام لیا جاتا ہے، یہ بات صدر اسلام سے شروع ہوگئی تھی، کوئی اپنے اغراض ومقاصد کو عملی جامہ پہنانے کے لئے سنت نبوی کو پائمال کر رہا تھا تو کوئی دین کی تضعیف کے لئے غلط باتیں نبی اکرمؐ سے منسوب کر رہا تھا، اور کوئی شہرت وجاہ ومنصب کی ہوس میں تحریفات سے کام لے رہا تھا اور ستم بالائے ستم یہ کہ غفلت کا شکار مسلمان اس طرح کی ہر چیز کو اسلامی اور نبیؐ کی سنت اور حدیث سمجھ لیتا تھا غرض یہ کہ سنت نبویؐ دو محاذ سے حملہ کا شکار ہوئی ایک اندرونی محاذ جو مسلمانوں کی طرف سے اپنے اغراض ومقاصد کی حصولیابی کے لئے تھا دوسرا بیرونی محاذ جو غیر مسلموں کی طرف سے دین اسلام کی تضعیف کے لئے تھا۔ ان دونوں محاذوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت وسیرت کو داغدار بنانے کی بقدر امکان کوشش مختلف طریقوں سے کی گئی۔ ہم یہاں پر مختصراً ذکر کر رہے ہیں:

نقل احادیث پر پابندی

رسولؐ اسلام جس طرح قرآن کی کتابت اور حفظ کی تاکید کرتے رہتے تھے اور آیات کو تحریر کرنے کے لئے افراد منتخب کر رکھے تھے اسی طرح احادیث کو بھی تحریر میں محفوظ کرنے پر اصحاب کو ترغیب دلاتے رہتے تھے تا کہ اسلام آئندہ نسلوں میں باقی رہے اور آئندہ نسل بھی اسلام اور نبی اکرمؐ کے کردار سے کسب فیض کرتی رہے۔ عبداللہ ابن عمرو کہتے ہیں: میں جو کچھ رسولؐ سے سنتا تھا لکھ لیا کرتا تھا، قریش

نے مجھے اس کام سے منع کیا اور کہا تم جو چیز بھی آنحضرتؐ سے سن لیتے ہو فوراً لکھتے ہو؟ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ایک بشر ہیں کبھی شادمانی اور خوشی کی حالت میں گفتگو کرتے ہیں تو کبھی غضب کے عالم میں بھی، میں نے حدیث رسولؐ کو قلم بند کرنا چھوڑ دیا اور خدمت رسولؐ میں حاضر ہوا اور مسئلہ ان کے سامنے رکھ دیا۔ آنحضرتؐ نے انگشت مبارک سے اپنے دہن کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تمام باتیں تحریر کیا کرو، اس کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اس دہن سے حق کے سوا کوئی بات نہیں نکلتی۔

(شیعہ شناسی و پاسخ بہ شبہات، رضوانی، ج ۲ ص ۱۳۱ و مسند احمد، ج ۳ ص ۱۶۲)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان خود زمانہ حضور میں بھی احادیث رسول سے غافل تھا یا سیاسی وجوہات احادیث سے دوری کا سبب تھیں۔

رسولؐ اسلام کی وفات کے بعد احادیث کے جمع کرنے پر بھی پابندی لگ گئی، سب سے پہلے یہ حکم خلیفۂ اول کی طرف سے صادر ہوا۔ ذہبی نے لکھا ہے، آنحضرتؐ کی وفات کے بعد ابوبکر نے لوگوں کو جمع کیا اور کہا کہ آپ لوگ رسولؐ کی مختلف احادیث نقل کرتے ہیں تمہارے بعد کے لوگ اور زیادہ اختلافات کا شکار ہوں گے، رسول سے کوئی حدیث نقل نہ کرو اور جب بھی آپ سے کوئی حدیث چاہے تو اس سے کہو کہ ہمارے درمیان قرآن موجود ہے اس کے حلال کو حلال جانو اور اس کے حرام کو حرام۔

(شیعہ شناسی و پاسخ شبہات، رضوانی، ج ۲ ص ۳۳ بحوالہ تذکرۃ الحفاظ، ج ا ص ۳)

یہاں پر یہی نہیں کہ احادیث کے لکھنے پر پابندی عائد کی گئی بلکہ جو احادیث پہلے سے مرقوم تھیں ان کو بھی ضائع کر دیا گیا۔ ذہبی ہی نے عائشہ سے نقل کیا ہے: میرے بابا نے رسولؐ کی پانچ سو احادیث کو جمع کیا تھا، ایک رات صبح تک فکر کرتے رہے، صبح کو مجھ سے کہا: بیٹی جو حدیثیں تمہارے پاس ہیں انھیں لے آؤ اور ساتھ میں آگ بھی منگائی اور تمام احادیث کو جلا ڈالا۔

(شیعہ شناسی و پاسخ شبہات، رضوانی، ج ۲ ص ۳۳ بحوالہ تذکرۃ الحفاظ)

یہی سیاست خلیفہ ثانی کے دور میں اپنائی گئی اور جس قدر ہو سکا اس مخزن علوم سے مسلمانوں کو محروم کیا گیا۔ ابن سعد لکھتے ہیں: خلیفہ ثانی کے دور میں احادیث کثیر تعداد میں جمع ہوگئی تھیں، انھوں نے لوگوں کو حکم دیا کہ ان کے پاس جس قدر بھی احادیث ہیں حاضر کریں جب احادیث جمع ہوگئیں تو انھوں نے تمام احادیث کو آگ میں ڈال دینے کا حکم دے دیا۔ (طبقات ابن سعد، ج ۵ ص ۱۴۰ و کنز العمال، ج ا ص ۲۹۲)

خلیفہ ثانی اپنے گورنروں کو حکم دیا کرتے تھے کہ احادیث کی ترویج نہ کریں چنانچہ قرطبہ ابن کعب کو کوفہ کا گورنر بنایا تو ان سے بھی کہا: تم اصحاب رسول میں سے ہو لوگ تم سے احادیث سننا چاہیں گے جتنا ممکن ہو ان کو قرآن کی طرف متوجہ رکھنا اور حدیث نقل نہ کرنا میں اس سلسلہ میں تمہاری پشت پناہی کروں گا۔

(شیعہ شناسی، ج ۲ ص ۲۳ بحوالہ سنن ابن ماجہ، ج ا ص ۱۲ و سنن دارمی)

اس طرح سلیمان بن عبدالملک ولی عہدی کے زمانے میں حج کے لئے مدینہ سے گذرے وہیں پر ابان بن عثمان کو حکم دیا کہ آنحضرتؐ کی سیرت اور ان کی جنگوں کو تحریر کریں، جب سیرت رسولؐ تحریری شکل میں آ گئی اور انھوں نے اس میں انصار کی حمد و ستائش دیکھی تو اس کو آگ کے

شعلوں کے حوالے کر دیا جب یہ ماجرا عبد الملک کو معلوم ہوا تو انھوں نے بھی کہا: جس کتاب میں ہماری فضیلت نہ ہو اور جس سے ہم اہل شام کو بے خبر رکھنا چاہتے ہیں انھیں معلوم ہو جائے اس کی ضرورت کیا تھی؟

(ترجمہ معالم المدرسین، ج ۲ ص ۳۰۷۵ بحوالہ الموفقیات)

ظاہر ہے اتنا طویل زمانہ کسی چیز کو فراموش کر جانے کے لئے کافی ہوتا ہے۔ یہاں پر بھی یہی ہوا کہ سنت رسول میں سے بہت سی باتیں امت مسلمہ کے اذہان سے محو ہو گئیں اور فراموشی کا فائدہ مطلبی اور خود غرض انسانوں کو ہوا اور انھوں نے جس چیز کو چاہا حدیث رسول کی صورت میں پیش کر دیا۔

جعل احادیث

جہاں ایک طرف مسلمان احادیث کو محفوظ کرنے سے غافل تھا وہیں صاحبان اقتدار کسی نہ کسی بنیاد پر احادیث نبیؐ کو چھپانے یا ختم کرنے کے درپے رہے، یہ ایک اچھا موقع تھا کہ فراموش شدہ چیزوں کی جگہ نئی چیزوں سے پُر کر دی جائے لہٰذا مختلف افراد نے اپنے مفاد کے تحت احادیث گڑھنا شروع کر دیا اور کارخانوں سے رنگ برنگی حدیثیں بازار میں آنے لگیں۔ بعض احادیث، مسلمانوں کے بھیس میں موجود منافقین اور بے دین افراد نے پیش کیں، جن کا مقصد اسلام کو تہہ و بالا کرنا اور مسلمانوں میں تفرقہ پھیلانا تھا۔ حماد بن زید کہتے ہیں: بے دینوں نے تقریباً چار ہزار روایات کو اسلام میں داخل کیا ہے۔ (تفسیر و مفسران، معرفت، ج ۲ ص ۲۸)

دوسرے مقامات پر اس سے زیادہ بتایا گیا ہے۔

بعض من گڑھت احادیث ان مسلمانوں کی ہیں جو فقط اپنی باتوں کو منوانے اور اپنے نظریات کو مستدل کرنے کے لئے جھوٹی احادیث کا سہارا لیتے تھے ان کو اس سے مطلب نہ تھا کہ ہمارے اس فعل سے دین کو نقصان ہوگا چنانچہ بہت سے راویان نے اقرار کیا ہے کہ ہم جب اکٹھا ہوتے تھے اور کوئی بات پسند آجاتی تھی تو اس کو حدیث کی شکل دے دیتے تھے۔

(تفسیر و مفسران معرفت، ج ۲ ص ۳۰ بحوالہ الموضوعات)

بعض لوگوں نے اپنی حاکمیت کو ان من گڑھت روایات کی بیساکھیوں پر دیکھا اور حرمت اسلام کو نظر انداز کر کے جیسا ممکن ہوا جعلی روایات کے ذریعہ زہر افشانی کی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ امت محمدیؐ کو شکوک و شبہات میں گرفتار کر کے چلے گئے بطور مثال زہری کی روایت ہے: عروہ ابن زبیر عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز میں آنحضرتؐ کی خدمت میں تھی کہ عباس و علی وارد ہوئے رسولؐ نے فرمایا: اے عائشہ یہ دونوں حالت کفر میں مریں گے یا دوسری روایت ہے کہ اے عائشہ اگر اہل دوزخ کو دیکھنا چاہتی ہو تو ان دونوں کو دیکھ لو۔ (تفسیر و مفسران، ج ۲ ص ۳۸)

اسی طرح دشمنی اہلبیت میں ان کے خلاف اور حکومت شام کے فضائل کے سلسلہ میں بہت سی حدیثیں گڑھی گئیں اور ان کی نسبت رسولؐ کی طرف دی گئی۔ اس کے علاوہ بہت سی جھوٹی باتیں جو کہ ایک مسلمان کی شان کے خلاف ہیں اس کو رسول کی سیرت میں نقل کیا گیا مثلاً کھڑے ہو کر پیشاب کرنا، شراب نوش کرنا، عورت کو دیکھ کر عاشق بن جانا، اپنی زوجہ کو دوش پر بٹھا کر رقص دکھانا وغیرہ۔۔۔۔۔ اس کے علاوہ اگر کہیں پوری روایت کو حذف نہ کر سکے تو اس کی تقطیع کر ڈالی اور حدیث کو نامفہوم بنا دیا یا پھر اصل کی جگہ کذا

وکذا کے ذریعہ مسئلہ حل کرلیا۔

اسرائیلیات

دوسری چیز جو سنت نبویؐ میں ملائی گئی اسے اسرائیلیات کہا جاتا ہے، یہ چیزیں اسلام میں خرافات اور جھوٹی پرانی داستانوں کے ذریعہ لائی گئیں، صدر اسلام میں چونکہ عرب کے لوگ یہودیوں کو پڑھا لکھا اور مہذب جانتے تھے لہٰذا مسائل زندگی میں ان کی طرف رجوع کیا کرتے تھے ان کو یہ نہیں معلوم تھا کہ یہ کتنے بڑے سازشی ہیں۔ایک مرتبہ حضرت عمر رسول اکرمؐ کے پاس یہودیوں کی کوئی کتاب لائے تو آپؐ نے ان کو منع کیا تھا کہ کسی بھی مسئلہ میں ان کو شامل نہ کیا کرو اس لئے کہ ان کا طریقہ ہے کہ کبھی یہ سچی خبر دیں گے جو شاید تم قبول نہ کرو اور کبھی غلط چیزیں پیش کریں گے جو شاید تمہیں قبول ہوں۔

(تفسیر و مفسران معرفت، ج ۲ ص ۷۴ بحوالہ مسند احمد بن حنبل)

آنحضرتؐ کے منع کرنے کے باوجود چونکہ اس وقت کی عوام قصہ گوئی اور داستان سرائی سے شغف رکھتی تھی اور خود بزرگان قوم بھی علمائے یہود و نصاریٰ سے متاثر تھے لہٰذا قصہ، کہانیوں کا دور شروع ہوگیا اور اسرائیلیات کو بھی سنت نبویؐ اور اسلام میں مقام مل گیا، کعب الاحبار جیسے شخص کا خلیفہ وقت کا معتمد خاص بن جانا سبب بنا کہ عوام میں اس کا دبدبہ قائم ہوگیا اور خواص بھی اس سے اخذ روایت کرنے لگے، چنانچہ شام اور اہل شام کے فضائل اسی کے شاگردوں کی کوشش ہیں، ابوہریرہ نے کافی زیادہ کعب الاحبار سے استفادہ کیا ہے، ابن حجر کے مطابق معاویہ نے شخصاً اس کو شام میں قصہ گوئی پر معمور کیا تھا۔عبداللہ بن سلام عوام میں مقبولیت حاصل کرنے کے لئے صفات نبیؐ بیان کرنے میں حدیثیں گڑھتا تھا اور کہتا تھا یہ میں نے توریت میں دیکھا ہے۔ (تفسیر و مفسران، ج ۲ ص ۸۵ بحوالہ طبقات ابن سعد)

تمیم الداری کو خلیفہ دوم کے زمانے میں قصہ خوانی کی اجازت ملی تھی پہلے فقط جمعہ کے روز تھی لیکن بعد میں دوسرے اوقات میں بھی۔اس طرح قصہ گوئی اور دوسرے مفید بیانات کے بہانے بہت ساری اساطیری باتوں کو اسلام اور سنت رسولؐ میں ڈھال دیا گیا، آج بہت سے شکوک وشبہات جن سے ہم روبرو ہیں انھیں اسرائیلیات کا نتیجہ ہیں۔ان چیزوں کے آثار اس وقت سے ظاہر ہونا شروع ہوگئے اور مسلمان بہت حد تک سنت نبوی کو فراموش کرچکا تھا، حتیٰ کہ جن کو تمام معارف اور احکامات کا علم ہونا چاہئے تھا، جن کی طرف عوام رجوع کرتی تھی ان کے اذہان سے بھی سنت محو ہوچکی تھی ایک مرتبہ عمران بن حصین نے علیؑ کی اقتدا میں نماز ادا کی تو مطرب ابن عبداللہ کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگے کہ علی تو رسولؐ کی طرح نماز پڑھتے ہیں انھوں نے نماز سے رسول کی یاد دلا دی۔(تاریخ تحقیقی اسلام یوسفی غروی، ج ا ص ۴۴ بحوالہ کنز العمال انساب الاشراف، سنن بیہقی)

یہ یاد اس لئے تھی کہ اہلبیتؑ کی دشمنی بسم اللہ کو نماز میں جہری پڑھنا بند کردیا گیا تھا۔خود نسائی اور بیہقی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ خدا بنی امیہ پر لعنت کرے جنھوں نے بغض علی میں سنت نبیؐ کو ترک کردیا۔دھیرے

دھیرے دھیرے بات یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ لوگ یہ بھی بھول گئے تھے کہ حج کیسے انجام دیں نماز کیسے پڑھی جائے۔ امام مالک ابن انس کتاب الموطا میں نقل کرتے ہیں: اذان کے علاوہ کوئی چیز مجھے یاد نہیں۔

(تاریخ تحقیقی اسلام، ج ۱ ص ۵۴ بحوالہ الموطا، ج ۱ ص ۷۲)

ابن سعد زہری سے نقل کرتے ہیں: جب دمشق کی مسجد میں انس ابن مالک سے گریہ کا سبب پوچھا تو انھوں نے کہا: نماز کے علاوہ رسولؐ کی کوئی سنت باقی نہیں بچی تھی اس کو بھی تباہ کر دیا ہے۔

(تاریخ تحقیقی اسلام، ج ۱ ص ۵۴ بحوالہ طبقات، صحیح ترمذی، الزہد والرقائق)

اب کیا ہو؟

اب جب کہ سنت نبویؐ کی فراموشی اور اس کی جگہ مجہول اور جعلی سیرت کی جانشینی سے استفادہ کرتے ہوئے دشمن، اسلام اور پیروان اسلام کو نشانہ بنا رہا ہے اور یہ یلغار ہر طرف سے ہو رہی ہے کبھی تحریر کے ذریعہ تو کبھی تقریر کے ذریعہ اور کبھی تصویری انداز میں۔ حال ہی میں جب رسول اکرمؐ کی تصاویر کے ذریعہ بے حرمتی کی گئی تو عالم اسلام یک جٹ ہو کر خاطیوں کے خلاف آن کھڑا ہوا پہلے تو دشمن بے حیائی کا مظاہرہ کرتا رہا لیکن جب یہی کام اس کے مفاد کے خلاف جاتا دکھائی دیا تو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو گیا مسلمانوں کا یہ ردّعمل اور بیداری کا ثبوت واقعاً لائق تحسین ہے لیکن سوال یہ ہے کیا اتنی سی بیداری اسلام اور اہل اسلام سے دفاع کے لئے کافی ہے؟ کیا سنت نبویؐ آئندہ ہتک حرمت سے محفوظ رہے گی؟ کیا دوبارہ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی رسوائی کی کوشش نہیں کی جائے گی؟ اگر دوبارہ بھی یہی امور انجام پا سکتے ہیں تو پھر اس کے لئے کیا کیا جانا چاہئے؟ جواب واضح ہے اس لئے کہ حریف ہمیشہ اپنے مخالف کی کمزوریوں سے استفادہ کرنا چاہتا ہے اگر کہیں سے اسے تھوڑی سی کمزوری دکھائی پڑ گئی تو اس کو نشانہ بنانے سے نہیں چوکتا اب جب کہ خود ہم نے اسرائیلیات اور من گھڑت احادیث کو سنت نبویؐ سمجھ رکھا ہے جو کہ سنت نبویؐ کی پامالی کے علاوہ نمایاں کمزوری بھی ہے آج کل فلموں کا دور دورہ ہے ہر جگہ مذہبی فلمیں منظر عام پر آ رہی ہیں اگر آج ہی کوئی مغربی ملک یا کوئی اسلام کا دشمن رسول اعظمؐ کی زندگی پر فلم بنانا چاہے اور اس کے لئے وہ فقط مسلمانوں کی کتب سے استفادہ کرے تو آپ ہی بتائیے کس طرح کی فلم تیار ہوگی، اس میں ہمارے وحی کے بغیر کلام نہ کرنے والے خلق عظیم پر فائز رسولؐ کی کیا صورت نظر آئے گی، لہٰذا سنت نبویؐ سے دفاع اور صحیح صورت میں دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لئے سب سے پہلے اصل اور من گڑھت چیزوں کو ایک دوسرے سے جدا کرنا ہوگا اور اس کے لئے لازمی ہوگا کہ ائمۂ معصومینؑ کی طرف رجوع کیا جائے۔ دوسرے یہ کہ ہر چیز کی خوبی اور اس کی فضیلت کا اندازہ اس کے آثار سے لگایا جاتا ہے لہٰذا سنت نبویؐ اور اسلام کی حفاظت کا بہترین طریقہ کردار وگفتار کے ذریعہ حفاظت کرنا ہے ہم جس قدر اس پر عمل پیرا رہیں گے، اپنے کردار وگفتار کو کردار وگفتار رسولؐ سے ہم آہنگ کریں گے۔ اتنا ہی سنت رسولؐ سے دنیا آشنا ہوگی اور سنت نبویؐ محفوظ ہوتی رہے گی۔